سفرِ سرزمینِ بابل ونینوی............

وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت

(دوسری قسط)

......مسجد جامع الکبیر النوری سے نکل کر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت شیخ فتحی الموصلی کے مزار مبارک پر حاضری دی یہ مزار موصل میں شارع فاروق پر ایک محلے میں ہے قبر شریف ایک قبے کے اندر گہرائی میں ہے۔ حضرت شیخ فتحی الموصلی اپنے وقت کے کاملین میں سے تھے۔

میں یہاں پہنچ کر کچھ دیر کے لئے رک گیا اور رک کر سوچنے لگا کہ یہ وہی موصل ہے جہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حق کی تلاش میں قبول اسلام سے قبل ایک پادری کے پاس پہنچے تھے اور ایک عرصہ اس کی صحبت میں رہ کر دین مسیحیت کی ریاضتیں کی تھیں...... اس پادری نے انتقال سے قبل انہیں نصیبین جانے کو کہا تھا جہاں ایک اور لاٹ پادری دین مسیحی کا بڑا عامل و عالم تھا............

یہاں سے فارغ ہوکر حضرت نبی دانیال علیہ السلام کے روضے پر حاضری دی یہ بھی شارع فاروق کے ایک محلہ صفیرۃ السادۃ میں ایک گلی کے اندر ایک مسجد میں ہے۔ نبی دانیال علیہ السلام کی اصل قبر بہت گہرائی میں پانی کے اندر ہے اور عین اسی کے اوپر ایک کمرے کے اندر بھی قبر بنائی گئی ہے۔ میں نیچے سیڑھیوں سے اتر کر پانی کے قریب پہنچا بہت خوف آتا ہے پانی میں قبر دکھائی نہیں دی مگر شاید اندھیرے کی وجہ سے۔ تاہم فاتحہ شریف پڑھ کر فارغ ہوکر باہر آئے۔ اس دربار شریف کی چابی جن صاحب کے پاس ہے وہ دربار شریف و مسجد کے قریب واقع گھروں میں سے ایک گھر میں رہتے ہیں۔ ہم جب آئے تو دربار شریف مقفل تھا پھر لوگوں کے بتانے پر قریبی گھر سے چابی ملی اور چابی بردار بھی۔ اور یوں ہم زیارت سے مشرف ہوئے.......... یہاں عراق میں ایک بات نوٹ کی کہ مزارات اکثر بند رکھے جاتے ہیں اور جب کسی وقت کوئی زائر آتا ہے تو کھول دئے جاتے ہیں...... یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ایسا سیکیورٹی کی وجوہات کی بناء پر ہوتا ہے یا کسی اور سبب سے......

بعدازاں دجلہ کے کنارے واقع حضرت یحیی بن قاسم بن حسن بن ابی طالبؓ کے مزار پر حاضری دی یہ ایک قدیم قبے کے اندر گہرائی میں ہے چار دیواری کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ کھٹکھٹانے

پر ایک خاتون نے اندر سے کھولا اور ہم چار دیواری کے اندر داخل ہوکر گنبد میں داخل ہوئے اس چار دیواری کے اندر کچھ لوگوں کے گھر ہیں۔ فاتحہ وتسلیمات ابن حفید رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیے اور پھر حضرت ابراھیم بن جعفر بن سیدنا امام زین العابدین کی مرقد پر حاضری دی۔۔ مزار کے باہر یہ عبارت محراب نما دروازہ پر کندہ ہے۔ **ھذا مشھد الامام ابن الامام ابراھیم المجاب بن جعفر بن محمد بن سیدنا و مولانا زین العابدین بن حسین ابن علی ابن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه** ۔۔ یہاں سے فراغت کے بعد بس اسٹینڈ سے اربیل جانے والی منی بس پر سوار ہوکر اربیل شہر کی طرف روانہ ہوا۔ اربیل پرانے نینویٰ کا ایک علاقہ ہے یہاں کردوں کی آبادی زیادہ ہے اور اس خطے میں کردوں کی ذاتی صوبائی حکومت ہے اور یہ صوبہ کردستان کا دارالحکومت ہے۔ جبکہ دفاع، امور خارجہ عراق کی مرکزی حکومت کے پاس ہیں۔ اربیل کا ایک لاکھ تیس ہزار نفوس کی آبادی پر مشتمل یہ شہر موصل سے بغداد شریف اور کرکوک جانے والی سڑک پر موصل سے ۸۴ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ تاریخی طور پر اربیل ۶۰۰۰ قبل مسیح سے آباد ہے۔ اور یہ عراق کا بغداد بصرہ اور موصل کے بعد چوتھا بڑا شہر ہے۔ تقریباً ایک گھنٹے میں بس موصل سے اربیل پہنچی اور میں نے اربیل بس سٹینڈ کے پاس ایک ہوٹل میں کھانا کھایا یہاں بھی عراق کا روایتی کھانا دستیاب تھا یعنی۔ تکہ کباب اور تنوری روٹی۔ البتہ یہاں لسی کا گلاس بھی ساتھ تھا۔ موصل واربیل کے علاقے میں بھینسیں بکثرت پالی جاتی ہیں ویسے عموماً عراق میں ہر جگہ گائے اور بھیڑ بکریاں نظر آتی ہیں۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر ٹیکسی پکڑی اور حضرت نبی عزیر علیہ السلام کے مزار شریف پر حاضری دی۔ حضرت نبی عزیر علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں یوں آتا ہے **وقالت الیھود عزیر ن ابن الله**... حضرت عزیر علیہ السلام سے یہ واقعہ بھی منسوب کیا جاتا ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں ہے.......... **او کالذی مر علی قریة وھی خاویة علی عروشھا**...... (البقرۃ ۲۵۹)

مفسرین نے لکھا ہے کہ: سن ۵۸۶ قبل مسیح میں بخت نصر نے فلسطین (بیت المقدس) کو تاخت وتاراج کیا اور اس کے اکثر باشندوں کو ہلاک اور ایک بڑی تعداد کو گرفتار کرلیا ان قیدیوں کو بابل میں رکھا گیا، حضرت عزیر علیہ السلام کا گزر جب اس اجڑے ہوئے شہر کے پاس سے ہوا تو ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس برباد اور اجڑے شہر کو اللہ تعالیٰ پھر سے کیونکر آباد فرمائے گا..........

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرانے کے لئے انہیں موت کی نیند سلا دیا (فاماته الله مآئة عام ثم بعثه) اوراس حالت میں پورے سوسال گزر گئے اس کے بعد انہیں زندہ کیا گیا اوران سے پوچھا گیا کہ (کم لبثت) آپ کتنی مدت اس حالت میں رہے توانہوں نے جواب دیا کہ (لبثت یوما او بعد یوم) ایک دن یا اس کا کچھ حصہ......انہیں بتایا گیا کہ نہیں (بل لبثت مآئة عام) تم تو پوری ایک صدی یہیں رہے اور دیکھئے میری قدرت کہ آپ کا کھانا جو عام طور پر چند گھنٹے گزر جانے کے بعد بدبودار ہوجاتا ہے جوں کا توں ہے اور گدھے کا گوشت پوست گل سڑ گیا ہے اوراس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں اب دیکھئے یہ بکھرا ہوا ڈھانچہ کیسے جڑتا ہے اور گوشت پوست کیسے آن واحد میں اس پر نمودار ہوجاتا ہے۔ جب ان تمام امور کا انہوں نے بچشم خود مشاہدہ کرلیا تو کہنے لگے کہ میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے......(ضیاء القرآن سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۹)

حضرت عزیز علیہ السلام کا مزار شریف ایک سبز گنبد میں ہے اور مرقد شریف گہرائی میں ہے۔ یہاں ایک کردی عورت پانی سے فرش کو دھو رہی تھی اس نے بڑے پرتپاک انداز میں استقبال کیا اور بڑے پیار سے خدا حافظ کہا۔ فاتحہ وتسلیمات کے بعد ہم پیدل پیدل اسی قبرستان کے ساتھ ساتھ چل دیئے جس میں حضرت نبی عزیر علیہ السلام کا مزار ہے اور چلتے چلتے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف تک جا پہنچے۔حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار قبرستان میں ایک قبر کے اندر ہے اور باہر کے دروازے پر یہ عبارت تحریر ہے۔''ھذا مرقد امام محمد رضی اللہ عنہ،، میرا خیال تھا کہ یہ وہی امام محمد ہیں جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد اورامام ابو یوسف کے ساتھی ہیں۔واللہ اعلم۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا اسم گرامی حسن اور دادا کا نام فرقد ہے شیبانی نسبت تھی اور اصل وطن شام ہے......آپ کی ولادت شہرِ واسط میں سن ۱۳۲ھ میں بتائی جاتی ہے۔آپ کے والدین کی کوفہ منتقلی کے سبب ابتدائی تعلیم کوفہ میں ہوئی چودہ برس کی عمر تھی کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے حاضر ہوئے اور چار برس تک استفادہ کیا۔امام ابو یوسف سے تکمیل کی اور امام اوزاعی، حضرت سفیان ثوری اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔ علاوہ ازیں کوفہ، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان اور یمامہ کے سینکڑوں علماء سے علمی استفادہ کیا۔ بعض تاریخی مصادر و مراجع کی رو سے آپ کا وصال ۱۸۹ ہجری میں رے (Rey) میں ہوا جو خراسان کے مضافات میں سے تھا اور اب ایران کے شہر تہران کے توابع میں سے ہے۔ فقہ حنفی کو فروغ امام ابو

سوف اور آپ ہی کے توسط سے حاصل ہوا۔ ساون برس عمر پائی لیکن سینکڑوں برسوں کا کام اس مختصر عمر میں انجام دیا...... یہاں تک کہ آپ کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تاریخی جملہ کہا کہ...... **امن الناس علی فی الفقه محمد بن الحسن** ......یعنی فقہ میں سب سے زیادہ احسان مجھ پر امام محمد بن حسن کا ہے...... اللہ رب العالمین نے ان کی مساعی جمیلہ کو باعث نفع خلق کیا، خداوند کریم ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے (آمین) میری خوش نصیبی ہے کہ میں فقہ کے ایک امام، امام محمد کے مزار پر ہوں اگر چہ یہ امام محمد بن حسن الشیبانی کے علاوہ کوئی دوسرے امام محمد ہیں......

سنا تھا کہ ادھر سلطان مظفر کا مزار بھی ہے چنانچہ ٹیکسی لے کر سلطان مظفر کی مرقد پر پہنچا یہ بھی ایک چوک میں ایک عالیشان عمارت میں واقع ہے اور یہاں بھی انسانوں کا مجمع نظر آیا۔ سلطان مظفر تاریخ اسلام کی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے عالم اسلام میں اس وقت محافل ذکر رسول ﷺ کو زندہ کیا جب ان کے خلاف ایک خاص طبقہ سرگرم عمل ہو کر اس کار خیر کو مستقلاً ختم کرنے کے درپے تھا...... ان کا پورا نام سلطان مظفر الدین ابو سعید الکوکبری ابن زین الدین علی ہے۔

سلطان مظفر کے مزار کے قریب ہی ایک بڑا قلعہ ہے لوگ کہتے ہیں یہ سامری جادوگر کا قلعہ ہے لیکن یہ بات درست نہیں۔ قلعہ کے اندر میں وقت کی کمی کے باعث نہیں جا سکا ممکن ہے اس میں اس قلعہ کی تاریخ موجود ہو۔ قلعہ کے مقابل سڑک کے دوسرے کنارے ایک مسجد ہے اس مسجد میں نماز ظہر ادا کی اور پھر ٹیکسی سے بس اسٹینڈ آ گیا جہاں سے کرکوک جانے والی بس پر سوار ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اربیل میں سامری جادوگر کی قبر ہے مگر میں نے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی ہے۔ ۳:۴۵ پر کرکوک کی بس پکڑی کرکوک اربیل سے تقریباً ۹۶ کلومیٹر کے فاصلے پر بغداد روڈ پر ہے۔ کرکوک محافظہ تامیم میں آتا ہے۔ یہاں محافظہ سے مراد کمشنریٹ کہہ لیجئے، کہا جاتا ہے کہ کرکوک میں حضرت حنین اور حضرت قاسم بن عبداللہ بن موسیٰ کاظم کے مزارات ہیں مگر مجھے وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ کرکوک میں میری منزل میرے ایک دوست محمد حسن نورانی کی قیام گاہ تھی۔ یہ دوست کبھی دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں ہمارے ساتھ ہوا کرتے تھے ان دنوں کرکوک میں مکتب الخالد میں ملازم ہیں۔ کرکوک میں اتر کر مکتب خالد کا ایڈریس معلوم کیا مگر ٹیکسی والے اس طرف کا رخ کرنے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔ وجوہات میں اس جگہ کی دوری اور وہاں فوج کا پہرہ اور راستے کا محدود ہونا تھے۔ گھنٹہ بھر کھڑے رہنے اور ٹیکسی نہ ملنے پر کچھ پریشانی ہوئی استغاثہ کیا اور چند لمحوں بعد

ہی ایک ٹیکسی والے نے ۵ دینار میں جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ٹیکسی میں بیٹھا اور وہاں پہنچا جہاں کرکوک کی ریفائنری ہے اسی ریفائنری (تیل صاف کرنے کے کارخانہ) کے پاس سے روڈ اندر جنگل میں واقع ''مکتب الخالد'' کو جاتا ہے اور فوجیوں نے اس روڈ کو بند کر رکھا ہے۔روڈ کے کنارے فوجی پہریدار کھڑے تھے ان سے اندر جانے کی اجازت طلب کی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فوراً واپس کرکوک چلے جانے کو کہا۔بڑی منت سماجت کی مگر وہ کسی قیمت پر اندر جانے نہیں دیتے تھے وجہ یہ تھی کہ چند روز قبل ایرانی جہازوں نے اس ریفائنری پر بمباری کی تھی (اور یہ عراق ایران جنگ کا زمانہ ہے) اس لئے یہ علاقہ آمد ورفت کے لئے سرشام بند کر دیا جاتا ہے۔فوجیوں نے مشورہ دیا کہ واپس جاکر رات کرکوک میں کسی ہوٹل میں قیام کرو صبح آجاؤ۔مکتب الخالد کی گاڑیاں آجا رہی تھیں مگر کسی اور کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔مابدولت مایوس ہوکر لوٹنے ہی والے تھے کہ استغاثہ کیا اور پھر جاکر فوج کے افسر سے بات کی ابھی اس سے بات ہو ہی رہی تھی کہ مکتب خالد کی ایک منی بس آکر رکی۔فوجی افسر جو پہلے صراحتاً انکار کر چکا تھا اب استغاثہ کی برکت سے آمادہ ہوگیا چنانچہ میں نے ٹیکسی والے کو فارغ کیا اور مکتب خالد کی خالی منی بس میں سوار ہوگیا۔جس نے مکتب خالد کمپنی کے کیمپ میں جو تقریباً دس پندرہ کلومیٹر اندر جنگل میں واقع تھا جا اتارا۔یہ جگہ کرکوک سے تکریت جانے والی سڑک پر ہے۔کیمپ سے جاکر محمد حسن صاحب کے بارے میں دریافت کیا اور چند لمحوں میں ان سے ملاقات ہوگئی۔موصوف یہاں ملازمت کے علاوہ امامت کے فرائض بھی فی سبیل اللہ انجام دیتے ہیں۔کیمپ میں چھوٹی سی مسجد ہے اور پاکستانی، مصری، بنگالی اور بعض عراقی مسلمان نماز پڑھتے ہیں۔رات مولانا محمد حسن نورانی کے ہاں بسر کی اور ۵ نومبر علی الصبح وھاں سے واپس کرکوک آکر کرکوک سے بغداد شریف کی بس لی جس نے ساڑھے تین گھنٹے میں بغداد شریف پہنچا دیا۔کرکوک سے بغداد شریف ۲۵۵ کلومیٹر ہے اور بس کا کرایہ صرف ڈیڑھ دینار ہے۔۱۲ بجے بغداد شریف پہنچ کر ہوٹل میں غسل کیا اور پھر غوث پاک کے دربار میں حاضری دی اور ظہر کی نماز ادا کی۔

یہ ۵ نومبر ۱۹۸۶ء کی بات ہے کہ نیاز علی صاحب خادم دربار غوثیہ سے ملاقات ہوئی اور ہم نے سیدنا شیخ احمد الکبیر الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جانے والے قافلے کے بارے میں دریافت کیا معلوم ہوا کہ قافلہ چار بجے کے قریب روانہ ہوگا۔سیدنا رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں جانے کے

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆

لئے عام بسیں نہیں ملتیں بلکہ بغداد شریف سے وقتاً فوقتاً قافلے جاتے رہتے ہیں اور یہ قافلے حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے ہوکر جاتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ یہاں سے جانا آسان ہے عموماً بدھ کو شام کو قافلہ جاتا ہے یہ لوگ اسپیشل بسیں یا منی بسیں بک کرواکر چلتے ہیں۔حضرت شیخ احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں میں نے گولڑہ شریف میں حضرت سید عبدالقادر بغدادی قدس سرہ العزیز ورحمتہ اللہ علیہ سے وہاں قیام کے دوران سنا تھا۔ہمارے استاذ سید عبدالقادر بغدادی رفاعی سلسلہ میں بیعت تھے اور شیخ احمد الرفاعی اس سلسلہ کے اول بانی مبانی ہیں۔بغدادی شاہ صاحب کو شیخ احمد الرفاعی سے بڑی عقیدت تھی اور اکثر ان کا ذکر کرتے اور ان کے لئے فاتحہ وختم قرآن کا اہتمام بھی کرتے۔ اسی وقت سے شیخ احمد الرفاعی اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری کا شوق دامنگیر تھا۔سو آج وہ گھڑی آ پہنچی جب میں حضور غوث اعظم سے سید احمد الرفاعی کے دربار میں حاضری دینے کی اجازت طلب کررہا تھا۔ ہمارا قافلہ باب الشیخ سے ساڑھے تین بجے (بعد نماز عصر) روانہ ہوا۔ سالار قافلہ ایک عراقی تھے خالد اعرب یہ غوث پاک کے معتقد اور اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنے والے ادھیڑ عمر شخص تھے۔منی بس کا اہتمام انہی نے کیا تھا۔اس منی بس میں میرے علاوہ سات عراقی مرد اور متعدد عورتیں تھیں سبھی کی منزل سیدنا شیخ سید احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا دربار تھا۔

آپ کا اسم گرامی سید الاولیاء محی الدین ابوالعباس حضرت سید احمد کبیر الرفاعی الشافعی ہے، آپ کی ولادت رجب ۵۱۲ ہجری میں ام عبید کے مقابل حسن نامی بستی میں ہوئی جو واسط کے مضافات میں سے ہے ولادت سے چالیس روز قبل آپ کے ماموں شیخ منصور کو خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ نے بشارت دی کہ تمہاری بہن کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اس کا نام احمد رکھا جائے اور شیخ علی قادری واسطی کی تربیت میں دیا جائے اس بشارت کے عین مطابق چالیس روز بعد آپ کی ولادت ہوئی، آپ کی عمر مبارک صرف سات برس تھی کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تکمیل علوم کے بعد مسند وعظ وارشاد بچھائی، ۶۶ برس تک مخلوق خدا کی خدمت کی اور ۵۷۸ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

شیخ احمد الرفاعی کا دربار بغداد شریف سے بصرہ جانے والی سڑک پر الکوت نامی شہر سے بھی آگے حی hai نامی ایک جگہ آتی ہے اس سے بھی آگے جاکر ایک روڈ بائیں ہاتھ کو اندر ام عبید کی طرف جاتی ہے جو سیدنا امام رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف تک چلی گئی ہے۔بغداد شریف سے درگاہ شیخ

احمد رفاعی تک تقریباً ۵ گھنٹے مسلسل سفر ہے۔ مغرب کی نماز راستے ہی میں پڑھی۔ قافلے والے اچھے تھے۔ بڑے ملنسار اور خوش اخلاق۔ بس ایسا لگتا تھا کہ ویرانوں سے گزر رہی ہے اور شاید ابھی کوئی قزاقوں کا گروہ آ کر قافلہ کو روک کر لوٹنا شروع کر دے گا' مگر خیر گزری ...... جونہی ہماری بس بصرہ روڈ سے شیخ رفاعی جانے والی سڑک پر مڑی تو عراقی جوانوں نے دف بجا کر لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا۔ میرے ساتھ والی سیٹ پر غوث پاک کی درگاہ کا ایک مجذوب ''عبدالجبار'' بیٹھا تھا جس کی مخصوص حرکتوں سے پورے راستے میں ہم سب محظوظ ہو رہے تھے۔ جونہی بس نے ام عبید کی بستی درگاہ حضرت شیخ احمد الرفاعی جانے والی سڑک کی طرف رخ کیا مجذوب نے زور زور سے چلانا شروع کیا...... ''سید احمد۔ سید احمد۔ سید احمد...... انا انا...... سید احمد انا معک۔ وائے سید احمد...... اور اپنے بازوؤں کو بڑی تیزی سے جذب وشوق کے عالم میں گھمانا شروع کیا اور سر ہلا ہلا کر زور زور سے ذکر شروع کیا بیچ بیچ میں وہ سید احمد سید احمد کے نعرے بھی بلند کرتا رہا۔ اس کی زبان میں لکنت تھی اس لئے جو کچھ وہ کہتا رہا میں پوری طرح سے سمجھ نہیں سکا معلوم نہیں اس نے سید احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے راستے ہی میں کیا کیا باتیں کر لیں۔ ۹ بجے کے قریب ہم درگاہ شیخ کے سامنے تھے۔ آپ کا دربار ایک چار دیواری (سرائے نما) اور سرائے نما چار دیواری کے اندر ایک گنبد میں مرقد انور۔ حاضری دی سلام عرض کئے فاتحہ شریف پڑھی۔ راستے میں سنا تھا کہ بڑے جلالی بزرگ ہیں بہت ڈر رہا تھا مگر جب بغدادی شاہ صاحب کے توسط سے سلام اور شاہ صاحب کے سلام عرض کئے تو مرقد انور سے ایک عجیب خوشبو اٹھی جس نے دل ودماغ کو معطر کر دیا۔ باہر آنا چاہتا تھا مگر جیسے کسی نے پاؤں جکڑ دیے ہوں۔ مواجہ شریف سے ہٹ کر قدموں میں بیٹھ گیا اور سورۃ یسین وسورۃ واقعہ ودیگر سورتوں کی تلاوت کی، فاتحہ پڑھی۔ اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر اس خیال سے کہ شاید دربار روضہ شریف کا دروازہ بند کیا جائے گا باہر آیا اور گنبد کے برآمدے میں قدموں کی طرف اپنی چادر بچھا کر نماز عشاء ادا کی۔ اس دوران لوگ اپنے اپنے حجروں میں جا چکے تھے، مگر میں یہیں رہا، موصل وکرکوک کے سفر کے واقعات ڈائری میں نوٹ کئے اور کوئی ساڑھے دس بجے شب وہیں لیٹ گیا۔

۶ نومبر ۱۹۸۶ء صبح سے سیدنا شیخ احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ہوں۔ قافلے آ رہے ہیں جا رہے ہیں۔ تقریباً ہر قافلے کے ساتھ دف ہے اور جو بھی قافلہ درگاہ میں داخل ہوتا ہے دف بجاتا ہوا اور ذکر کرتا ہوا آتا ہے۔ آنے والوں میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد زیادہ ہے،

کچھ دیر بعد ہم درگاہ شریف سے کوئی دس کلومیٹر دور واقع ایک قریہ میمونہ نامی میں اشیاء خوردنی خریدنے کے لئے گئے۔ چونکہ حضرت سید احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا دربار صحرا میں ہے جہاں قرب و جوار میں آبادی نہیں اس لئے اشیاء خوردنی یہاں موجود بعض دکانوں پر پوری نہیں ملتیں۔ واپس آ کر حضرت کے دربار کے آس پاس وہ خطہ دیکھا جہاں پرانی اینٹوں پتھروں اور مٹی کے ڈھیر موجود ہیں۔ اور ان ڈھیروں کے گرداگرد حکومت نے خاردار تار سے جنگلا لگا دیا ہے۔ اس زمین کے بارے میں ایک روایت بغداد شریف میں یہ سنی تھی کہ یہاں حضرت رفاعی کے آس پاس کی آبادی میں فسق و فجور ایک وقت میں بہت بڑھ گیا تھا جب لوگوں کی بداعمالیاں حد سے تجاوز کرنے لگیں تو حضرت نے ایک ہی نظر سے پوری آبادی کو الٹا کر دیا سب کے سب مر گئے اور آباد مکان ملبے میں تبدیل ہوگئے۔ ہمارے قافلے میں شامل سبھی مرد وعورتیں مجھ سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ یہاں کوئی ہوٹل نہیں لہٰذا میری میزبانی بھی از خود یہ لوگ کر رہے ہیں گویا ان دنوں شیخ احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے لنگر سے کھا رہا ہوں۔ قافلے والے اپنے ساتھ کھانے پینے کا کافی سامان لے کر آئے ہیں۔ قافلے میں شامل ایک نوجوان نصیر ہیں یہ میرا خاص خیال رکھتے ہیں چائے، کھانا پینا ہر چیز اپنی والدہ اور خالہ سے یہ نوجوان فوراً پکوا کر دیتا ہے عورتیں اپنے بچوں جیسا پیار کرتی ہیں اور ہم عمر لڑکیاں بھائیوں کا سا احترام کرتی ہیں۔ یہاں آج صبح سے ہم چار کمروں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ مرد ایک میں، بوڑھی عورتیں دو کمروں میں اور لڑکیاں ایک الگ کمرے میں چند دوسری جگہ سے آئی ہوئی ہم جنسوں کے ساتھ۔ کھانے کا وقت ہوتا ہے تو تینوں کمروں والے مجھے اپنے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دیتے ہیں مگر میں بڑی احتیاط سے چل رہا ہوں تا کہ ایک تو کوئی ناراض بھی نہ ہو اور دوسرے کسی پر بوجھ بھی نہ بنوں دوپہر کا کھانا میں نے کسی سے بھی نہیں کھایا سب سے معذرت کر لی۔ صبح کا ناشتہ ایک بوڑھی اماں جو گویا سقوط بغداد اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے کی دعوت پر اس کے ساتھ کھایا۔ وہ میرے عربی بولنے سے بہت خوش ہے۔ شام کا کھانا ابھی ابھی نصیر کے ساتھ مردوں کے کمروں میں کھایا ہے کھانا اس کی خالہ لے کر آئی تھی۔ ۹:۱/۴ بجے تھوڑی دیر کے لئے اندر مزار شریف پر حاضری دی فاتحہ پڑھی اور تسلیمات عرض کئے اور عرضداشتیں پیش کیں۔ یہاں مجھے اچانک خواجہ رضی حیدر صاحب یاد آ گئے ہیں (فاتحہ پڑھتے وقت) نہ جانے کیوں۔ ان کے لئے بھی دعائے خیر کر دی ہے۔ شاہ صاحب بغدادی کی تصویر یہاں ہر وقت آنکھوں میں ہے کہ یہ ان کے پیر و مرشد و سلسلہ رفاعیہ کے امام کا دربار ہے۔

☆ من استعجل الشئی قبل اوانه عوقب مجرمانه ☆

حضرت سیدنا احمد رفاعی کے مزار شریف کے دروازے پر جو کتبہ آپ کی تاریخ وسوانح پر مشتمل لگا ہوا ہے اس کی عبارت درج ذیل ہے۔.....................

حياة السيد احمد الرفاعي رحمته الله عليه. هو العارف بالله السيد احمد الرفاعي بن السيد سلطان علي بن يحيى بن ثابت بن ابو الفوارس الحازم علي بن احمد المرتضى بن علي الحسن الملقب بالرفاعي بن السيد مهدى بن ابي القاسم محمد بن الحسن بن الحسين بن موسى الثاني بن ابراهيم المرتضى بن الامام موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن الامام محمد الباقر بن الامام علي زين العابدين بن الامام حسين بن امير المومنين علي بن ابي طالب "ع"............

ولد السيد احمد الرفاعي يوم الخميس منة النصف الاول من شهر رجب ۵۱۲ هجری ۱۱۸۱م ۱۱۸۱ في قرية حسن وهي قرية من اعمال واسط محاذية لام عبيدة بالبطائع وبعد حياة عامره بالتقوى والصلاح اختاره الله تعالىٰ لجواره مع الصالحين يوم الخميس وقت الظهر جمادى الاول ۵۷۸ھ قدس الله سره. (مهداه من السيد على حسين المجيد)

حضرت امام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ایک رات قیام کے بعد واپسی ہوئی......(جاری ہے)

کسے خبر کہ ھزاروں مقام رکھتا ھے
وہ فقر جس میں ھے بے پردہ روح قرآنی
خودی کو جب نظر آتی ھے قاھری اپنی
یھی مقام ھے کھتے ھیں جس کو سلطانی

☆ العادة محكمة ☆ عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا ☆